اصلاحی نشریات

سلسلہ نمبر: ۳۹

معروف علمائے کرام کے اصلاحی وفکری مضامین کی برقی نشریات

الیکشن اور ہماری ذمہ داری

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم
(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

مکتب الصُّفَّہ اچلپور

MSuffah
+91-8830665690

"جہاد" ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کو مغربی اہل قلم اور حکومتوں نے بدنام کر کے رکھ دیا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی نئی نسل بھی جہاد کے تذکرہ پر شرمندگی اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے؛ حالانکہ یہ محض پروپیگنڈہ یا غلط فہمی ہے، امن اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کو "جہاد" کہتے ہیں، جہاد کا تعلق صرف میدان کارزار اور فولادی و آتشی ہتھیاروں سے نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ان تمام صلاحیتوں سے ہے، جو امن و انصاف قائم کرنے کے مقصد کو پورا

کر سکتی ہیں، جہاد زبان سے بھی ہے؛چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا جہاد کی سب سے افضل صورت ہے : أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر (سنن ابی داوٗد، کتاب الملاحم ل باب الأمر والنهي، حدیث نمبر : ۴۳۴۴) اور جو کام زبان کرتی ہے، وہی کام بعض اوقات زیادہ بہتر طور پر قلم کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے؛اسی لئے قلم بھی جہاد کا ایک ذریعہ ہے، جہاد مال کے ذریعہ بھی ہے، خود قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ (التوبۃ : ۴۱) جہاد کا تعلق انسان کے نفس اور جسمانی مشقتوں سے بھی ہے؛چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حج کو بھی جہاد قرار دیا : "الحج جہاد" (سنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک، باب العمرۃ، حدیث نمبر : ۲۹۸۹) کیونکہ حج میں انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتا ہے، نہ اپنی مرضی کا لباس پہن سکتا ہے، نہ خوشبو کا استعمال کر سکتا ہے، اور اسے اپنی بعض اور جائز خواہشات کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے، جہاد کی آخری شکل وہ ہے، جس کو "جنگ" کہا جاتا ہے، جس کا مقصد عدل و انصاف قائم کرنے اور شر و فساد کو دُور کرنے میں آخری درجہ کی قوت کا استعمال کرنا ہے، اور یہ افراد کے نہیں مسلمان حکومتوں کے اختیار میں ہے۔

غرض کہ جہاد کا مقصد متعین ہے؛لیکن آلات و وسائل متعین نہیں ہیں، ہر زمانہ میں جو طاقت اور جو صلاحیت انصاف کو قائم کرنے میں مدد و معاون ہو سکتی ہے، ظالموں کو زیر کر سکتی ہے، اور سماج پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ان وسائل کا استعمال کیا جانا چاہئے، اس سلسلہ میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ (جہاں تک ہو سکے، ان کے مقابلہ میں طاقت کو منظم کرو) وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا استَطَعتُم (الانفال : ۶۰)، مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہر ایسی چیز کو شامل ہے، جس کے ذریعہ دشمن سے مقابلہ کیا جا سکتا ہو : "هذا عام في كل ما يتقوّى به على حرب العدوّ" (مفاتیح الغیب : ۸٫ ۵۲۳) — اس سے کون سے ہتھیار مراد ہیں ؟ مفسرین نے اس کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے؛چنانچہ بعض اہل علم نے تیز اندازی مراد لی ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے پڑھنے کے بعد تین دفعہ فرمایا کہ اصل قوت تیر اندازی ہی میں مضمر ہے : "ألاإن القوة الرمي" (مسلم، عن عقبہ بن عامر، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمي والحث عليه الخ، حدیث نمبر : ۵۰۵۵) خود قرآن مجید کی اس آیت میں گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو گذشتہ زمانوں میں جنگ کے لئے ایک مفید، ذہین اور تیز گام سواری تھی، ذکر تیر کا ہو یا گھوڑے کا، یہ ایک علامتی لفظ ہے، جس کا مقصد ہے ہر دور کے مؤثر اور طاقتور ترین ہتھیار کا استعمال۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ جس دور میں زندگی گذار رہے ہیں، یہ جمہوری تصورات کے غلبہ کا عہد ہے، جس میں رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے، جس میں پُر امن طریقہ پر انقلاب لانا ممکن ہے، جس میں اکثریت کی رائے کا خاص وزن ہوتا ہے، جمہوری نظام حکومت کا ایک اہم اور بنیادی عمل الیکشن ہے، الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل

کر کے اقتدار حاصل کیا جا سکتا ہے، اور ووٹ کی طاقت استعمال کر کے حکومتیں بدلی جا سکتی ہیں؛ اس لئے حکومتوں کو گرانے اور ختم کرنے اور حکومتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے الیکشن بھی اس قوت میں شامل ہے، جس کے جمع کرنے کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے، خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، الیکشن کی سیاست میں مسلمانوں کے حصہ لینے کی بے حد اہمیت ہے۔

الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے، گواہی دینا بوقت ضرورت واجب ہے اور اس سے بڑی ضرورت کیا ہوگی کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو بام اقتدار تک پہنچنے سے روکا جائے، عملی طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے ووٹ ڈالنے کا اہتمام کیا، وہاں سیکولر طاقتوں کو آگے بڑھانے اور فسطائی قوتوں کو پیچھے ہٹانے میں مدد ملی ہے۔

اس طاقت کو استعمال کرنے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مسلمان اپنے ووٹ کو بکھراؤ سے بچائیں اور پورے شعور کے ساتھ متحد ہو کر کسی ایک پارٹی کو ووٹ دیں، اکثریت تو ووٹ تقسیم ہونے کے باوجود اپنی سیاسی قوت برقرار رکھ سکتی ہے؛ لیکن اس اقلیت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ سکتا، جس کی صفیں شکستہ ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجتماعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے: ید اللہ علی الجماعۃ (نسائی، کتاب تحریم الدم باب قتل من فارق الجماعۃ الخ، حدیث نمبر: ۴۰۲۰) قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ مسلمان مل جل کر رسی کو تھامیں اور پراگندہ ہونے سے بچیں:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳) انتشار اور بکھراؤ، ہوا خیزی، شکست وریخت اور قومی کمزوری کا سبب ہوتا ہے: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا (الانفال: ۴۶)

الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ کو بے اثر کرنے کے لئے دُور رس اور بظاہر دلفریب سازشیں بھی کی جاتی ہیں، اور مضبوط مسلمان اُمیدوار کے مقابلہ مسلمان اُمیدوار ہی کھڑے کئے جاتے ہیں، ایسے موقع پر ضروری ہے کہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے اور جیسے اسلام دشمن طاقتیں عہد نبوی میں منافقین کو اپنا آلہ کار بناتی تھیں؛ لیکن مسلمان اس سے متأثر نہیں ہوتے تھے، اس اُسوہ کو سامنے رکھا جائے، اگر کچھ مسلمان اُمیدوار پیسے لے کر مسلمان یا سیکولر اُمیدوار کو نقصان پہنچانے کے لئے کھڑے ہوں تو یہ یقیناً رشوت ہے اور بمقابلہ عام رشوتوں کے زیادہ گناہ کا باعث ہے؛ کیونکہ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرنی چاہئے، جس کا رجحان بڑھ رہا ہے، یا دوسری سیاسی جماعتوں میں شرکت کو ترجیح دینی چاہئے؟ — میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر جگہ ایک ہی طریقہ کار کو

اختیار نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ مختلف علاقوں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ طریقے مفید ہو سکتے ہیں، مسلم جماعتوں کے قیام میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ قانون ساز اداروں میں کسی تحفظ کے بغیر مسلمانوں کی بات پہنچا سکتے ہیں، ہندوستان کی بعض ریاستوں میں اس کا بڑا فائدہ محسوس کیا گیا ہے، خاص کر جنوبی ہند اور مشرقی ہند میں، بعض اور علاقوں میں بھی مسلمانوں کی ایسی سیاسی تنظیمیں فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن یہ ایسی جگہ پر ہی ممکن ہے، جہاں مسلم آبادی مرتکز ہو، جہاں مسلم آبادی مرتکز نہ ہو، وہاں مسلمانوں کی اپنی پارٹیوں کا قیام فائدہ مند کے بجائے نقصاندہ ثابت ہو سکتا ہے؛ کیونکہ اگر آپ کے ایک دو ممبر منتخب بھی ہو گئے؛ لیکن دوسری پارٹیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ مسلمانوں کا ووٹ انھیں نہیں ملا تو آپ ان پر کوئی پریشر قائم نہیں کر سکتے اور صرف ایک دو ممبر کے ذریعہ آپ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، ایسی جگہوں میں یہ بات زیادہ مفید ہوتی ہے کہ اپنی علاحدہ پارٹی قائم نہ کی جائے؛ لیکن اپنے مطالبات کا ایجنڈہ مرتب کیا جائے، اور اس کو ان پارٹیوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اپنے آپ کو کم سے کم زبان سے سیکولر کہتی ہیں اور پھر ایسی پارٹی کے حق میں متحد ہو کر کوشش کی جائے، جو مسلم ایجنڈہ کو قبول کرے، رسول اللہ ﷺ نے بہت سے کام غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر اشتراک کے ساتھ کئے ہیں، آپ نے ظلم و ناانصافی اور لاقانونیت کو دُور کرنے کے لئے "حلف الفضول" میں شرکت فرمائی ہے، اگرچہ یہ واقعہ، نبوت سے پہلے کا ہے؛ لیکن نبی بنائے جانے کے بعد بھی آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اب بھی اس کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا: لو دعیت إلیہ لأجبت (مسند البزار، حدیث نمبر: ۱۰۲۴، ۱؍۱۸۵) اسی طرح ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی مملکت کی داغ بیل ڈالی، جس میں مسلمانوں کو اور یہودیوں کو یکساں طور پر مذہبی آزادی حاصل ہو اور دونوں یکساں طور پر مدینہ کے دفاع کی ذمہ داریاں ادا کریں، جب تک خود یہودیوں کی طرف سے بدعہدی کے واقعات پیش نہیں آئے، یہ معاہدہ باقی رہا، یہ ایک مثال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ضرورت و مصلحت کے مطابق غیر مسلم قوموں کے ساتھ اشتراک اختیار فرمایا کرتے تھے، اس لئے جن سیاسی پارٹیوں کا ایجنڈہ کھلے طور پر اسلام اور مسلمانوں سے عداوت پر مبنی نہ ہو، ان پارٹیوں میں شرکت اور ایک باعزت معاہدہ کے تحت ان کے حق میں ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں مسلم پارٹیوں کا قیام اور ان کے اُمیدواروں کا کھڑا ہونا مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث ہو اور اس سے فرقہ پرست پارٹیوں کو تقویت پہنچتی ہو، وہاں مسلم پارٹیوں کا اُمیدوار کھڑا کرنا یقیناً ایک نادرست عمل ہی کہلائے گا، جیسے کہ اس وقت یوپی کے الیکشن میں تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ بہت سی سیٹیں بھارتیہ جنتا پارٹی کو مسلمان پارٹیوں کی بدولت حاصل ہوئیں؛ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ مسلم اکثریت جگہوں سے فرقہ پرست ممبران منتخب ہو جاتے

ہیں، یہ ایمانی فراست، سیاسی شعوراور ملی حمیت کے مغائر ہے!

غرض کہ جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور ایک مؤثر ہتھیار ہے اور مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے کہ وہ نہایت شعور، ہوش مندی اور سمجھداری کے ساتھ اس ہتھیار کا استعمال کریں، نہ اپنے دشمنوں کے آلہ کار بن جائیں اور نہ جذبات کی رو میں بہہ کر ایسا قدم اُٹھائیں جو خود اُن کے لئے نقصاندہ ہو۔

PREVIOUS ←

لَوجہاد – حقیقت اور پروپیگنڈہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

Related Posts

یہودیت کیا ہے اور یہودی لوگ کون ہیں؟

Leave a Comment / اصلاحی نشریات/By مکتب الصفہ

اصلاحی نشریات 33 نفقہ مطلقہ کا مسئلہ شریعت اور انصاف کے آئینہ میں

Leave a Comment / اصلاحی مضامین, اصلاحی نشریات/By مکتب الصفہ

Leave a Comment

Logged in as مکتب الصفہ. Log out. Edit your profile? ضروری خانوں کو * سے نشان زد کیا گیا ہے